5 حکمراں اور عمارتیں

شکل-1 میں قطب مینار کی پہلی منزل کے جنگلے دار برآمدے (بالکنی) کو دکھایا گیا ہے۔ اسے 1199 کے قریب قطب الدین ایبک نے بنوایا تھا۔ بالکنی کے نیچے چھوٹی چھوٹی محرابوں اور جیومیٹری کی مختلف شکلوں سے جو منقش مرتب سلسلہ بنایا گیا ہے اسے غور سے دیکھیے۔ کیا آپ اس بالکنی کے نیچے کتبوں کی دو پٹیاں بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ عربی میں ہیں۔ غور کیجیے کہ مینار کی باہری سطح گولائی لیے ہے اور مخروطی (زاویہ دار) ہے۔ ایسی سطح پر کسی کتبے کو جمانے کے لیے بڑی نزاکت اور باریک بینی کی ضروری ہوتی ہے۔ بے حد تربیت یافتہ کاریگر یا معمار ہی اس کام کو کر سکتے تھے۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ 800 سال پہلے بہت کم عمارتیں پتھر یا اینٹوں کی بنتی تھیں۔ تیرھویں صدی میں قطب مینار جیسی عمارت کو دیکھ کر لوگوں پر کیا اثر پڑا ہوگا؟

آٹھویں اور اٹھارھویں صدی کے درمیان بادشاہوں اور ان کے افسروں نے دو قسم کی عمارتیں بنوائیں: پہلی قسم قلعوں، محلوں، باغات والی رہائشوں اور مقبروں کی تھیں۔ ہر طرف سے محفوظ اور شاندار مقامات، جہاں اس دنیا اور اگلی دنیا میں آرام سے رہا جا سکے، اور دوسری قسم میں عوامی کاموں

شکل-1
قطب مینار پانچ منزل اونچا ہے۔ کتبوں کی جو پٹیاں آپ کو نظر آرہی ہیں وہ بالکنی کے نیچے ہیں۔ پہلی منزل قطب الدین ایبک نے بنوائی تھی اور باقی التتمش نے لگ بھگ 1229 میں بنوائی تھیں۔ اتنے عرصے میں بجلی گرنے اور زلزلوں سے اسے نقصان پہنچتا رہا۔ اس کی مرمت کا کام علاء الدین خلجی، محمد تغلق، فیروز شاہ تغلق اور ابراہیم لودھی نے کروایا۔

2019-20

کی عمارتیں تھیں، جن میں مندر، مسجدیں، تالاب، کنوئیں، کاروان سرائے اور بازار شامل تھے۔ بادشاہوں سے اپنی رعایا کی دیکھ بھال اور فلاح و بہبود کی توقع کی جاتی تھی۔ اور ان کے استعمال اور آسانیوں کے لیے عمارتیں بنوا کر حکمراں ان سے تعریف و توصیف کی توقع کرتے تھے۔ تعمیری کام کچھ اور لوگ بھی کروا دیتے تھے، جن میں بیوپاری بھی شامل تھے، ان لوگوں نے مندر، مسجدیں او کنوئیں بنوائے تھے۔ بہر حال گھریلو تعمیری کام بڑے شاندار رہائشی گھر (حویلیاں) جنھیں بیوپاریوں نے بنوایا تھا، وہ اٹھارھویں صدی سے اب تک باقی ہیں۔

معماری صلاحیتیں اور تعمیری کام

آثار قدیمہ کی یہ عمارتیں ہمیں ان فنی مہارتوں پر گہری نگاہ ڈالنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہیں جو تعمیر میں استعمال ہوتی تھیں۔ ایک چھت کی مثال لیجیے۔ ہم اسے چار دیواروں پر لکڑی کے شہتیر یا کڑیاں رکھ کر یا ایک پتھر کا ٹکڑا رکھ کر بنا سکتے ہیں مگر یہ کام اس صورت میں مشکل ہو جاتا ہے۔ جب ہم ایک بڑا کمرہ بنا کر اس پر ایک باقاعدہ بالائی منزل بھی بنانا چاہیں، اس کے لیے اور زیادہ پیچیدہ قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ساتویں سے دسویں صدی کے درمیان معماروں نے اپنی عمارتوں میں زیادہ کمرے، دروازے اور کھڑکیاں بڑھانی شروع کیں۔ چھتیں، دروازے اور کھڑکیاں اب بھی دو عمودی ستونوں (کالموں) پر ایک افقی شہتیر رکھ کر بنائی جاتی تھیں۔ اس طرز تعمیر کو 'ٹرابیٹ' (Trabeate) (شہتیروں پر کیا جانے والا کام) یا کاربیلڈ' (Corbelled) (شہتیروں کے باہر نکلے ہوئے سروں والا) کہا جاتا تھا۔ آٹھویں سے تیرھویں صدیوں کے درمیان 'ٹرابیٹ' کا انداز مندروں، مسجدوں، مقبروں اور ان عمارتوں میں استعمال ہوتا تھا جو بڑے زینے دار کنوؤں (باؤلیوں) سے ملی ہوئی ہوتی تھیں۔

شکل:2a

شکل:2b

آگرہ کے قلعے کے لیے مزدور

اکبر کے بنوائے ہوئے آگرہ کے قلعے کے لیے 2,000 پتھر کاٹنے والوں، 2,000 سیمنٹ اور چونا بنانے والوں اور 8,000 مزدوروں کی ضرورت تھی۔

بالائی منزل (superstructure)
کسی عمارت کا گراؤنڈ فلور کے اوپر کا حصہ

شکل: 2 رانی جی کی باؤلی
رانی جی کی باوری یا ''باؤلی'' بوندی، راجستھان میں واقع ہے۔ اپنی طرح کی یہ سب سے بڑی باؤلی ہے، جس میں پانی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے پچاس سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ اپنی تعمیراتی خوبصورتی کے لیے مشہور اس باوری کو 1699 میں بوندی کے راجہ انیرودھ سنگھ کی رانی ناتھاوت جی نے کرائی تھی۔

شکل: 2a
مسجد قوت الاسلام دہلی میں سامنے کا پردہ۔ (بارھویں صدی کا آخر)

شکل: 2b
پردے کی تعمیر میں کاربیلڈ تکنک استعمال کی گئی ہے۔

گیارھویں صدی کے ابتدائی حصے میں مندروں کی تعمیر

شو کے لیے کندار یا مہادیو مندر ‘چندیلا خاندان کے حکمران دھنگادیوانے 999 میں بنوایا تھا ۔شکل 3:b مندر کی عمارت کا منصوبہ یا خاکہ ہے۔ ایک خوب سجاہوادروازہ مندر میں داخلے اور مندر کے خاص ہال (مہامنڈپ)تک پہنچنے کا راستہ ہے ‘جہاں رقص ادا کیے جاتے تھے ۔سب سے خاص دیوی، خاص عبادت گاہ (گربھ گرہ)میں رکھی ہوئی تھی ‘یہ جگہ خاص مذہبی رسمی پوجا کی تھی جہاں صرف بادشاہ، اس کے خاص خاندان کے لوگ اور پجاری ہی جمع ہوتے تھے ۔کھجوراھوعمارتوں کے حلقے میں شاہی مندر تھے جہا ں عام لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔یہ مندر بڑی محنت سے تیار کی گئی بت تراشی سے آراستہ تھے ۔

شکل 3b

شکل 4

تھنجاور میں راجا راجیشور مندر کا شِکھراس دور کے مندروں میں سب سے اونچا ہے۔ اس کا بنانا آسان نہیں تھا کیونکہ اس زمانے میں کرینیں نہیں تھیں اور 90 ٹن کا بھاری پتھر چوٹی تک صرف انسانی مزدور کے ذریعہ پہنچانا لگ بھگ ناممکن تھا۔ اس لیے اس کے معماروں نے مندر کی چوٹی تک ایک ڈھلوان راستہ بنایا ‘اس پتھر کو بڑے بیلنوں پر رکھا اور اوپر تک چڑھا کر لے گئے یہ راستہ چار کلو میٹر دور سے شروع ہوتا تھا تا کہ بہت زیادہ چڑھائی نہ رہے جب مندر بن گیا تو اسے اکھاڑ دیا گیا۔مگر ان علاقوں کے رہنے والوں کو مندر کی تعمیر کا تجربہ بہت عرصے تک یاد رہا۔ مندر کے پاس ابھی تک ایک گاؤں موجود ہے جس کانام چیروپلم ‘ڈھلان کا گاؤں ‘ہے ۔

?

دونوں مندروں کے شکھروں کے درمیان آپ کو کیا فرق نظر آتا ہے؟ کیا آپ کو لگتا ہے کہ راجا راجیشور مندر کا شکھر کنداریا مہادیو مندر کے شکھر سے دوگنا اونچا ہے؟

بارھویں صدی سے دو تبدیلیاں ایک ٹکنالوجی کے اعتبار سے اور ایک انداز (اسٹائل کے اعتبار سے خاص طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔
(۱) دروازوں اور کھڑکیوں کے اوپر بالائی عمارت کا بوجھ کبھی کبھی محرابوں کی مدد سے اوپر لے جایا جاتا تھا۔ یہ تعمیراتی طریقہ قوسی 'یا کمانی' 'سچی' (arcuate) کہلاتا تھا۔

شکل 5a ایک سچی' محراب مرکز میں کلیدی پتھر' بالائی عمارت کے بوجھ کو محراب کی بنیاد کو منتقل کرتا ہے۔

شکل 2a اور 2b کا موازنہ 5a اور 5b سے کیجیے۔

2۔ عمارتی کام میں چونے کی سیمنٹ کا استعمال بڑھتا چلا گیا۔ یہ بہت اعلا درجے کا سیمنٹ تھا اور جب اسے پتھر کے ٹکڑوں کے ساتھ ملایا جاتا تھا تو یہ سوکھ کر کنکریٹ بن جاتا تھا اس سے بڑی بڑی عمارتوں کی تعمیر کا کام تیز اور آسان ہوگیا۔ شکل 6 میں ایک تعمیراتی کام کو دیکھیے۔

شکل 5b
سچی محراب؛ علائی دروازے کی تفصیلات (چودھویں صدی کا ابتدائی حصہ) مسجد قوت الاسلام دہلی۔

شکل۔ 6
اکبر نامہ سے ایک تصویر (مورخہ 1590-1595) آگرہ قلعہ میں 'آبی دروازہ بنانے کا منظر۔

بیان کیجیے مزدور کیا کر رہے ہیں' تصویر میں دکھائے گئے اوزاروں اور پتھر ڈھونے کے طریقے کو بھی بیان کیجیے۔

مندر' مسجد اور تالاب بنوانا

مندر اور مسجد بہت خوبصورت بنوائے جاتے تھے کیونکہ یہ عبادت کی جگہیں تھیں۔ ان سے طاقت، دولت اور مربی کی عقیدت یا لگاؤ کا اظہار بھی ہوتا تھا۔ راجا راجیشور مندر کی مثال لیجیے' ایک کتبے میں بیان کیا گیا ہے کہ اسے راجا راج دیوا بادشاہ نے اپنے دیوتا راجا راجیشورم کی پوجا کی لیے بنوایا تھا۔

2019-20

غور کیجیے حکمران اور دیوتا کے نام کتنے ملتے جلتے ہیں۔ بادشاہ نے اپنا نام دیوتا کے نام پر اس لیے رکھا کہ یہ مبارک نام تھا اور وہ خود کو دیوتا کی طرح دکھانا چاہتا تھا۔ پوجا پاٹ کی مذہبی رسموں کے ذریعے ایک دیوتا راجاراج دیو دوسرے دیوتا راجاراجیشورم کو احترام و عقیدت پیش کر رہا تھا۔

بڑے بڑے سارے مندر بادشاہوں نے ہی بنوائے ہیں۔ مندر میں چھوٹے دیوی دیوتا حکمراں کے حلیفوں اور ماتحتوں کے دیوی دیوتا ہوتے تھے۔ مندر اس دنیا کا ایک چھوٹا ماڈل ہوتا تھا جس پر حکمراں اور اس کے حلیف حکومت کرتے تھے۔ جب یہ سب مل کر شاہی مندر میں پوجا کرتے تھے تو لگتا تھا جیسے یہ اپنے دیوتا کی عدل وانصاف بھری حکمرانی کو زمین پر اُتار لائے ہوں۔

مسلم سلطان اور بادشاہ خود کو کسی دیوتا کا اوتار تو نہیں کہتے تھے مگر فارسی مورخ انھیں 'ظل اللہ' (اللہ کا سایہ) ضرور کہتے تھے۔ قوت الاسلام مسجد میں ایک کتبے میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے علاء الدین کو اس لیے بادشاہ مقرر کیا کہ اس میں موسیٰ اور سلیمان کی خصوصیات تھیں جو کہ عظیم قانون عطا کرنے والے تھے۔ عظیم ترین قانون دینے والا اور معمار (بنانے والا) اللہ خود تھا۔ اس نے دنیا کو بدنظمی سے نکال کر اس طرح تخلیق کیا کہ اس میں نظم وضبط اور توازن پیدا ہو گیا۔

جب کوئی نیا خاندان طاقت واقتدار حاصل کرتا تھا تو اس کے بادشاہ حکمراں ہونے کے لیے

ایک شاہی معمار

مغل شہنشاہ شاہ جہاں کا مورخ کہتا ہے کہ حکمراں سلطنت اور دین کی کارگاہ (ورکشاپ) کا معمار تھا

شکل 7
شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد جو اس نے اپنے نئے دارالحکومت شاہ جہاں آباد میں بنوائی تھی 1650-1656۔

2019-20

اپنا حق ثابت کرنا چاہتے تھے۔ عبادت گاہوں کی تعمیر حکمرانوں کے لیے خدا سے اپنی انتہائی قربت کا دعویٰ کرنے کا موقع فراہم کر دیتی تھی۔ یہ چیز اس دور میں بہت اہمیت رکھتی تھی جس میں بہت تیزی سے سیاسی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہوں۔ حکمراں عالموں اور نیک لوگوں کی بھی سر پرستی کرتے تھے اور اپنے دارالحکومت اور بڑے شہروں کو بڑے تہذیبی مرکزوں میں تبدیل کرنے کو کوشش کرتے تھے جس سے ان کی سلطنت اور حکمرانی کو شہرت حاصل ہوتی تھی۔

پانی کی اہمیت

فارسی اصطلاح آباد یعنی بسا ہوا' خوش حال اور' آباد' پھولنا پھلنا یا ترقی کرنا' دونوں لفظ' آب' سے بنے ہیں جس کے معنی پانی کے ہیں۔

عام طور پر لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ایک عادل و منصف بادشاہ کا دور فراوانی اور بہتات کا زمانہ ہوتا ہے اور اس زمانے میں بارشوں کی کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح تالاب اور آبی ذخیرے بنوا کر بیش قیمت پانی مہیا کرنے کی بڑی تعریف و توصیف ہوتی تھی۔ سلطان التتمش کو دہلی کہنہ سے بالکل ملا ہوا ایک بہت بڑا تالاب یا حوض بنوانے پر ہر طرف سے عزت و احترام ملا۔ اسے حوض سلطانی' یا بادشاہ کا آبی ذخیرہ' کہا جاتا تھا۔ کیا آپ باب 3 کے نقشہ 1 میں اسے تلاش کر سکتے ہیں؟ اکثر حکمراں عام لوگوں کے استعمال کے لیے چھوٹے بڑے تالاب بنواتے تھے۔ کبھی کبھی یہ تالاب یا حوض مندر' مسجد (شکل 7 میں جامع مسجد کے چھوٹے حوض کو دیکھیے) یا گردوارے (سکھوں کی عبادت اور جمع ہونے کی جگہ، شکل-8) میں بھی بنوائے جاتے تھے۔

شکل-8
ہرمندر صاحب
(سنہری مندر یا گولڈن ٹیمپل)
امرتسر میں مقدس سرؤر (تالاب)

مندروں کو نشانہ کیوں بنایا جاتا تھا

چونکہ حکمراں مندروں کی تعمیر خدا سے لگن اور اپنی دولت و ثروت کی مظاہرے کے لیے کرواتے تھے اس لیے اس پر کوئی خاص حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ جب وہ ایک دوسرے کے ملک پر حملہ کرتے تھے تو اکثر ان کا نشانہ عمارتیں بھی ہوتی تھیں۔ جب نویں صدی کے شروع میں پانڈیا خاندان کے بادشاہ شری مارا شری ولبھ نے سری لنکا پر حملہ کیا اور بادشاہ سینا (اول) (831-851) کو شکست دی تو بودھ بھکشو اور مورخ دھا کٹی نے لکھا: ''اس نے تمام قیمتی چیزیں نکال لیں...... جواہر محل (Jewel Palace)

میں رکھی بدھ کی سونے کی مورتی ......اور بہت سی خانقاہوں میں رکھی سونے کی مورتیاں ان سب کو اس نے چھین لیا''۔ سنہالی حکمراں کے غرور کو جو چوٹ پہنچی' اس کا بدلہ لیا جانا ضرور تھا۔ چنانچہ اگلے سنہالی حکمراں سینا (دوم) نے اپنے جرنیل کو پانڈیاؤں کی راجدھانی مدورائی پر حملے کا حکم دیا۔ بودھ مورخ نے لکھا کہ اس مہم میں خصوصی نشانہ بدھ کے سونے کے مجسمے کی تلاش اور اس پر قبضہ کرنا تھا۔

اسی طرح گیارھویں صدی کے شروع میں جب چولا بادشاہ راجندر (اول) نے شیومندر اپنی راجدھانی میں بنوایا تو اس نے ہرائے ہوئے حکمرانوں کے یہاں سے یادگار کے طور پر جتنی بھی مورتیاں لایا تھا وہ سب اس میں بھروادیں۔ اس کی ایک نامکمل سی فہرست میں چالوکیاؤں کے یہاں کا سورج کا ستون' (سن پیڈسٹل) گنیش کا ایک مجسمہ اور درگا کی کئی مورتیاں' مشرقی چالوکیاؤں کے یہاں سے لی گئی نندی کی مورتی' بھیروا (شو کا ایک روپ) اور بھیروی جنھیں اڑیسہ میں کالنگا سے لیا گیا تھا اور بنگال کے پلاس سے کالی کی مورتی شامل تھیں۔

محمود غزنوی راجندر اول کا ہم عصر تھا۔ اس نے برصغیر کی فوجی مہموں میں ہارے ہوئے حکمرانوں کے مندروں پر حملے کیے اور ان کی دولت اور بتوں کو لوٹا۔ سلطان محمود اس وقت بہت اہم حکمراں بھی نہ تھا۔ لیکن مندروں کو مسمار کر کے خصوصاً سومناتھ کو توڑ کر اس نے اسلام کا ایک بڑا ہیرو بن جانے کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ عہد وسطی کے سیاسی کلچر میں بہت سے حکمراں اپنی سیاسی برتری اور فوجی طاقت کا اظہار ہارے ہوئے حکمرانوں کی عبادت گاہوں پر حملے اور انھیں لوٹ کر ہی کیا کرتے تھے۔

?

آپ کے خیال میں راجندر (اول) اور محمود غزنی کی پالیسیاں اپنے دور کی کس طرح کی پیداوار کہی جا سکتی ہیں۔ دونوں حکمرانوں کی حرکتیں ایک دوسرے سے کیسے مختلف تھیں؟

باغات' مقبرے اور قلعے

مغلوں کے عہد میں طرز تعمیر اور پیچیدہ ہو گیا تھا۔ بابر' ہمایوں' اکبر' جہاں گیر اور خصوصاً شاہ جہاں ادب' آرٹ اور تعمیرات میں ذاتی دلچسپی رکھتے تھے۔ بابر نے اپنی سوانح میں چاروں طرف سے مستطیل دیواروں سے گھرے ہوئے اور مصنوعی نہروں سے چار حصوں میں بنٹے ہوئے باغات کی منصوبہ کاری اور ان کو لگانے میں اپنے ذوق وشوق کو بیان کیا ہے۔

یہ چہار باغ' یعنی چار باغ اس لیے کہلاتے تھے کہ یہ متوازن (برابر) چار ٹکڑوں میں تقسیم

شکل-9 مغل چہار باغات

(a) ہمایوں کے مقبرے کا چہار باغ دہلی 1562-1571

(b) چبوترے دار چہار باغ
شالیمار باغات، کشمیر 1634 اور 1620

(c) چہار باغ جسے دریا مقابل' باغ کے طور پر تبدیل کر لیا گیا
لال محل باری 1637۔

2019-20

ہوتے تھے۔ اکبر کی ابتدا کے بعد سب سے خوبصورت باغات جہاں گیر اور شاہ جہاں نے کشمیر، آگرہ اور دہلی میں بنوائے (دیکھیے شکل-9)

اکبر کے عہد حکومت میں کچھ تعمیراتی ایجادیں یا نئی چیزیں بھی وجود میں آئیں۔ اکبر کے معماروں نے کچھ نئی تحریک یا جذبہ حاصل کرنے کے لیے اس کے جد تیمور کے وسط ایشیا کے مقبرے کی طرف توجہ دی۔ اونچا مرکزی گنبد اور بہت بڑا دروازہ (پشتاق) مغل طرز تعمیر کا ایک اہم جز بن گئے۔ یہ سب سے پہلے ہمایوں کے مقبرے میں نظر آئے تھے۔ مقبرے کو ایک بہت وسیع باقاعدہ بنائے گئے چہار باغ کے مرکز میں رکھا گیا اور اسے 'ہشت بہشت' آٹھ جنتوں' کی روایت کے مطابق تعمیر کیا گیا۔ یعنی ایک مرکزی ہال جو چاروں طرف سے آٹھ کمروں سے گھرا ہوا ہو۔ عمارت سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے جس کے کنارے پر سفید سنگ مرمر کی گوٹ ہے۔

شاہ جہاں کے عہد حکومت میں مغل طرز تعمیر کے سب پہلو ایک بڑے شاندار اور متناسب امتزاج کے ساتھ مکمل ہوئے۔ اس کے دور میں خاص طور پر آگرہ

شکل -10
1590 کی ایک تصویر جس میں کابل میں بابر ایک چہار باغ کے لگائے جانے کا معائنہ کر رہا ہے۔ دیکھیے کہ راستے پر ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی نہریں چہار باغ کے ڈیزائن کی خصوصیات کیسے پیدا کر دیتی ہیں؟

شکل-11
ہمایوں کا مقبرہ 1562 اور 1571 کے درمیان تعمیر ہوا۔ کیا آپ پانی کی نہریں دیکھ سکتے ہیں۔

شکل-12
دہلی میں دیوان عام میں تخت کی بالکنی 1648 میں مکمل ہوئی۔

اور دہلی میں زبردست تعمیری کام ہوا۔عوام وخواص کے دربار منعقد کرنے کے لیے شاندار اور پرتکلف ہالوں (دیوان خاص اور دیوان عام) کا منصوبہ بڑی احتیاط سے بنایا گیا۔ایک بہت وسیع صحن کے درمیان ان درباروں کو'چہل ستون' یا چالیس کھمبے والے ہال بھی کہا جاتا تھا۔

شاہ جہاں کے یہ دربار'ہال' خاص طور پر اس طرح بنائے گئے تھے کہ یہ مسجد لگیں۔ وہ چبوترہ جس پر اس کا تخت رکھا گیا تھا اسے کبھی کبھی قبلہ بھی کہا جاتا تھا' جدھر رخ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ دربار کے وقت ہر شخص کا رخ اسی طرف ہوتا تھا۔ یہ تصور کہ بادشاہ روئے زمین پر خدا کا نمائندہ ہے اس کا اشارہ اس دور کے طرز تعمیر کی کچھ خصوصیات میں بھی نظر آتا ہے۔

شاہی عدل وانصاف اور شاہی دربار کے درمیان رشتے کو تازہ طور پر بنوائے ہوئے دہلی کے لال قلعے میں واضح طور پر ظاہر کیا گیا تھا۔شہنشاہ کے تخت کے پیچھے پتھروں کی کندہ کاری سے بنائے ہوئے پیٹرا ڈیورا (Pietra dura) کے ایک طویل سلسلے کو دکھایا گیا تھا جس میں یونانی دیوتا اور آرفیس (Orpheus) کو لیوٹ (گٹار نما ایک باجا) بجاتے دکھایا جاتا ہے۔لوگوں کا عقیدہ تھا کہ آرفیس کی موسیقی خونخوار درندوں کو اتنا پرسکون کر دیتی تھی کہ وہ ساتھ ساتھ رہنے لگتے تھے۔شاہ جہاں کے ان ہالوں کی تعمیر کا مقصد یہ بتانا تھا کہ اس کے یہاں اتنا عدل وانصاف ہے کہ اس میں اعلیٰ اور ادنیٰ کو یکساں سلوک ملے گا اور وہ برابر سمجھے جائیں گے۔جس کے نتیجے میں ایک ایسی دنیا وجود میں

آ جائے گی جس میں سب لوگ مل جل کر سکون سے رہ سکیں گے۔

اپنی حکومت کے ابتدائی حصے میں شاہ جہاں کا دارالحکومت آگرہ میں تھا جہاں اس کے امرا نے اپنے مکانات جمنا کے کنارے بنائے تھے۔ یہ باغوں کے درمیان ہوا کرتے تھے جو چہار باغ کے انداز میں بنائے جاتے تھے۔ چہار باغ کا ایک کسی قدر بدلا ہوا روپ بھی تھا جسے مورخ 'دریا مقابل' باغ کہتے تھے۔ اس میں رہائشی مکان باغ کے درمیان نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک طرف دریا کے کنارے پر ہوتا تھا۔

شاہ جہاں نے 'دریا مقابل' باغ کے طرز کو تاج محل کے عمارتی منصوبے میں استعمال کیا جو اس کے عہد کے طرز تعمیر کا سب سے شاندار نمونہ ہے۔ اس میں سفید سنگ مرمر کا مقبرہ ایک چبوترے پر دریا کے بالکل کنارے پر اس طرح بنایا گیا کہ باغ اس کے جنوب میں ہے۔ شاہ جہاں نے تعمیر کا یہ انداز اس لیے اپنایا کہ وہ اپنے امرا کو دریا کے قریب ترین علاقوں میں تعمیر سے باز رکھنا چاہتا تھا۔ پھر دہلی میں جب اس نے نیا شہر شاہ جہان آباد بنوایا تو صرف شاہی محل کو دریا کے مقابل رکھا گیا۔ صرف مخصوص منظور نظر امرا جیسے اپنے سب سے بڑے بیٹے داراشکوہ کو دریا کے قریب رہنے کی اجازت دی گئی۔ باقی تمام دوسرے امرا کو اپنے مکانات دریا سے فاصلے پر شہر میں بنانے کا حکم دیا۔

پیٹراڈیورا/pietra dura
رنگین سخت پتھروں کو سنگ مرمر یا ریگی پتھر، پر کھودے ہوئے حصوں میں اس طرح جمانا کہ اس سے ایک مرصع اور خوبصورت چیز یا سلسلہ ابھر آئے۔

شکل-13
آگرہ میں تاج محل کی تعمیر 1643 میں مکمل ہوئی۔

شکل14

آگرہ میں 'دریا مقابل باغات' کے شہر کے نقشے کا ایک خاکہ۔ دیکھیے کہ امرا کے 'باغ محل' دریا کے دونوں کناروں پر کس طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ تاج محل دریا کے بائیں کنارے پر ہے۔ آگرہ کے منصوبے کا موازنہ دہلی میں شاہ جہاں آباد (شکل 15) کے منصوبے سے کیجیے۔

شکل15

شاہ جہاں آباد کا 1850 کا ایک نقشہ شہنشاہ کا رہائشی محل کہاں ہے؟

شہر بہت گنجان لگتا ہے، مگر کیا آپ نے بڑے بڑے بہت سے باغوں پر غور کیا؟ کیا آپ سب سے بڑی سڑک اور جامع مسجد کو تلاش کر سکتے ہیں؟

علاقے اور سلطنت

آٹھویں سے اٹھارھویں صدی کے دوران جہاں ایک طرف تعمیراتی کام بڑھے وہاں دوسری طرف مختلف علاقوں میں خیالات وتصورات میں شرکت یالین دین بڑھا۔ایک علاقے کی روایات دوسرے خطے کے لوگوں نے اپنائیں۔مثال کے طور پر وجے نگر میں حکمرانوں کے ہاتھیوں کے اصطبلوں کی بناوٹ میں پڑوسی بیجاپور اور گولکونڈا کے طرز تعمیر کا بہت گہرا اثر پڑا۔(دیکھیے باب 6)

شکل16۔
ورنداون میں گووند دیوا کے مندر کے اندرونی حصہ 1590 مندر سرخ رنگ کے پتھر سے بنایا گیا تھا۔(چار میں سے دو)ایک دوسرے کو قطع کرتی ہوئی محرابوں پر غور کیجیے جن سے اوپر جاکر چھت بنتی ہے۔یہ طرز تعمیر شمال مغربی ایران (خراسان) سے تعلق رکھتا ہے جسے فتح پور سیکری میں استعمال کیا گیا تھا۔

متھرا کے پاس ورنداون میں ایسے تعمیری انداز میں مندر تعمیر کیے گئے جو فتح پور سیکری میں مغل محلوں سے بہت ملتے جلتے تھے۔

بڑی بڑی سلطنتوں کے وجود میں آنے کی وجہ سے مختلف علاقے ان کی حکومت میں آئے مصوری کے انداز اور فن تعمیر کے طریقوں کے درمیان ایک آپسی تبادلہ کا عمل وجود میں آیا۔مغل حکمراں علاقائی طرز تعمیر کی خصوصیتوں کو اپنی تعمیرات میں اپنا لینے میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر بنگال میں مقامی حکمرانوں نے ایک ایسی چھت بنانے کا انداز اپنایا جس میں چھپّر کی جھونپڑی کی شباہت آتی۔مغلوں نے اس ''بنگلا گنبد'' تھی کو اتنا پسند کیا (دیکھیے باب 9 میں شکل 11 اور 12) کہ انھوں نے اسے اپنی تعمیروں میں استعمال کیا۔اسی طرح دوسرے علاقوں کے

اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اکبر کے دارالحکومت فتح پور سیکری کی بہت سی عمارتوں میں گجرات اور مالوہ کے طرز تعمیر کے اثرات نظر آتے ہیں۔

حالانکہ اٹھارھویں صدی میں مغلوں کا اقتدار واختیار کم ہوگیا مگر ان کی سرپرستی میں جہاں جہاں نئے حکمراں اپنی بادشاہتیں قائم کرتے تھے طرز تعمیر کی جو خصوصیات ابھری تھیں۔ وہ ان طریقوں کو استعمال بھی کرتے تھے اور انھیں اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال بھی لیتے تھے۔

شکل 17۔
فتح پور سیکری میں جودھا بائی کے محل کے سجے ہوئے ستون اور سہارے' struts جو بڑھی ہوئی چھت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ گجرات طرز تعمیر کی روایتوں کی پیروی میں ہیں۔

کہیں اور

گرجا گھر جو آسمان چھو رہے تھے

بارھویں صدی کے بعد سے فرانس میں ایسے گرجا گھر بنانے کی کوشش کی گئی جو پچھلی عمارتوں سے اونچے اور سبک تھے۔ یہ طرز تعمیر گاتھک (Gothic) کہلاتا تھا۔ اس کی ممتاز خصوصیتیں تھیں۔ اونچی مخروطی یا تکنیکی محرابیں، رنگین شیشوں کا استعمال جن پر کبھی کبھی بائبل کے منظروں کی رنگین تصویریں بھی بنائی جاتی تھیں اور ابھرے ہوئے پشتے flying buttresses اونچے اونچے گرجائی مینار spires اور گھنٹی مینار جو کافی فاصلہ سے نظر آیا کرتے تھے انھیں بھی گرجا گھر کی عمارتوں میں بڑھایا جانے لگا۔

اس طرز تعمیر کی بہترین مثالوں میں سے ایک پیرس کا نوٹری ڈام چرچ ہے جو بارھویں اور تیرھویں صدی کی کئی دہائیوں میں بن کر تیار ہوا تھا

? تصویر کو دیکھیے اور اس میں گھنٹی میناروں کو پہچاننے کی کوشش کیجیے۔

ذرا تصور کیجیے

آپ ایک کاریگر ہیں جو زمین سے 50 میٹر اوپر بانسوں، رسیوں اور تختوں سے بنے ایک پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں۔ آپ کو قطب مینار کی پہلی بالکنی کے نیچے ایک کتبہ نصب کرنا ہے۔ آپ یہ کیسے کریں گے؟

کلیدی الفاظ

اس باب کو دوبارہ پڑھیے اور اس میں سے چھ کلیدی لفظوں کی فہرست بنائیے ان میں سے ہر ایک پر ایک جملہ لکھیے کہ آپ نے اس لفظ کو کیوں چنا ہے۔

ذرا یاد کریں

1۔ افقی شہتیروں (trabeate) والی معماری، محرابوں (arcuate) والی معماری سے کس طرح مختلف ہے؟

2۔ شکھر، کیا ہے؟

3۔ پیٹرا ڈیورا (Pietra-dura) کیا ہے؟

4۔ مغل چہار باغ کی کیا خصوصیات ہیں؟

ہمیں سمجھ لینا چاہیے

5۔ کوئی مندر کسی بادشاہ کی اہمیت کو کیسے ظاہر کرتا ہے؟

6۔ شاہ جہاں کے دیوان خاص کے ایک کتبے میں بیان کیا گیا تھا 'اگر زمین پر کوئی جنت ہے، تو وہ یہیں ہے یہیں ہے، یہیں ہے'' (اگر فردوس بروئے زمین است ہمیں است و ہمیں است) یہ تصور کیسے پیدا ہوا تھا؟

7۔ مغل دربار اس بات کا اظہار کس طرح کرتا تھا کہ ہر شخص امیر اور غریب، طاقت ور اور کمزور کو شہنشاہ کے دربار سے برابر انصاف ملتا ہے؟

8۔ شاہ جہان آباد کے نئے مغل شہر کے منصوبے میں جمنا کا کیا کردار تھا؟

آیئے مباحثہ کریں

9۔ رئیس اور طاقت ور لوگ آج بڑے بڑے مکان بنواتے ہیں۔ ماضی میں بادشاہوں اوران کے درباریوں کی بنوائی ہوئی عمارتیں ان سے کس طرح مختلف تھیں؟

10۔ شکل 4 کو دیکھیے۔ یہ عمارت آج کس طرح تیزی سے بنوائی جاسکتی ہے؟

آیئے کچھ کریں

11۔ تلاش کیجیے کہ کیا آپ کے گاؤں یا قصبے میں کسی بڑے آدمی کا کوئی مجسمہ یا کوئی یادگار موجود ہے۔ یہ وہاں کیوں نصب کیا گیا تھا؟ اس سے کیا مقصد حاصل ہوتا ہے؟

12 اپنے پڑوس کے کسی پارک یا باغ کی سیر کیجیے اور یہ معلوم کیجیے کہ یہ مغلوں کے باغات سے کس طرح مختلف ہیں؟